کلامِ نبوی ﷺ میں تشبیہات وتمثیلات

از: مولانا محمد قمرالزماں ندوی
استاذ مدرسہ نورالاسلام کنڈہ، پرتاب گڑھ

تشبیہ وتمثیل ہر زبان میں تعبیر وتفہیم اور اظہار وبیان کا ایک مؤثر اور خوبصورت ذریعہ رہا ہے، نیز ہر قسم کی مادی تعلیم وتربیت کی تکمیل تشبیہ وتمثیل سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا کوئی لٹریچر خواہ وہ انسانی ہو یا آسمانی اسے خالی نہ رہ سکا؛ کیونکہ ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔ کلام الٰہی کے بعد سب سے زیادہ اہم کلام کلام رسول ﷺ ہے۔ کلام نبوی ﷺ میں بھی کثرت سے اس ذریعۂ تفہیم کو اختیار کیا گیا ہے اور بعض اہل توفیق نے ان تمثیلات وتشبیہات کو جمع بھی کیا ہے ہم بھی اس مضمون میں احادیث نبوی ﷺ سے صرف چند تمثیلاتی نمونے پیش کررہے ہیں۔

مومن ایک مومن کے لیے آئینہ ہے

آپ ﷺ نے فرمایا: ”إن أحدَکُم مِرآۃُ أخِیہ فإنْ رَأن أذیً فَلْیُمِطْہُ عَنْہُ“ تم میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کا آئینہ ہے، اگر اس میں کوئی برائی دیکھے تو اسے دور کرے۔ اس حدیث میں ایک مومن کو دوسرے مومن کے لیے آئینہ قرار دیا گیا ہے، انسان آئینہ کو اپنی ضرورت سمجھتا ہے، اس میں کوئی عیب ہو تو تقاضۂ محبت ابھرتا ہے، نہ انسان اپنی غیبت کرتا ہے، نہ شکوہ شکایت؛ بلکہ اصلاح کی سعی کرتا ہے، یہی رویّہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ اپنانا چاہیے، اس تشبیہ کی گہرائی اور گیرائی اور معنویت پر غور کیجیے، اس کے بعد فیصلہ کیجیے کہ دین میں اس سے بہتر اور کوئی تشبیہ ممکن ہے؟

دنیا سے بے رغبتی اور لاتعلقی

آپ ﷺ نے ایک موقع پر دنیا سے بے رغبتی اور بے اعتنائی کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ”کُنْ فی الدنیا کأنَّکَ غریبٌ أوْ عَابِرُ سَبِیلٍ“ (بخاری) دنیا میں تم اس طرح رہو کہ گویا تم

مسافر ہو یا راہ رو۔ آپ ﷺ نے یہاں محسوس چیز کو محسوس سے تشبیہ دی ہے۔ دنیا سے انسان کے تعلق کی بے ثباتی اور ضرورت کے مطابق متاعِ دنیا سے نفع اٹھانے اور حرص وطمع سے اجتناب کی تلقین کے لیے اس سے بہتر شاید کوئی مثال نہیں ہوسکتی۔

واعظ بے عمل

اس کے متعلق حضور ﷺ نے نہایت لطیف مثال دی ہے فرمایا: "مثل الذی یُعَلِّمُ النَّاسَ الخَیرَ وَیَنسیٰ نَفُسَه کَمَثَلِ السِّرَاجِ الَّذِيْ یُضِئُ النَّاسَ وَیُحرِقُ نَفُسَه" جو شخص کسی کو نیکی کی تعلیم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے اس کی مثال اس چراغ کی سی ہے جو اوروں کو تو روشنی دے اور اپنے آپ کو جلاتا رہے۔

حُبّ جاہ ومال

دنیا میں کون انسان ہے، جسے عزت اور دولت محبوب ومرغوب نہ ہو۔ یہ چیزیں صرف مرغوب ہی نہیں؛ بلکہ ان میں ہر روز اضافہ چاہتا ہے اور کوئی مقام ایسا نہیں جہاں یہ ہوس جاکر رک جائے۔ جب یہ محبت روح میں پیوست ہوجائے تو زندگی کا نصب العین بن جاتی ہے اور پھر ہر فتنہ وفساد اسی سے پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انسان سیاست ومذہب کے نئے نئے روپ دھارتا ہے اور ہر راہ سے اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ ہوسِ زر ہو یا ہوسِ اقتدار دونوں انسانیت اور دین کے لیے زہر ہیں؛ اس لیے حضور ﷺ نے اس کی تمثیل یوں فرمائی "مَا ذِئبَانِ ضَارِبَانِ فی حضیرةٍ یَأکلانِ ویُفسِدان بأضرَّ فیها مِنُ حُبِّ الشَرُفِ وحُبِّ المالِ فی دینِ المرءِ المسلم" (رواہ بزار عن ابن عمر) دو خونخوار بھیڑیوں کا کسی زخم کو چاٹ چاٹ کر خراب کرنا زخم کے لیے اتنا مضر نہیں جتنا مضر ایک مسلمان کے دین کے لیے حب جاہ اور حُب مال ہے۔

نماز اور مغفرت گناہ

أوأیُتُم لَوُ اَنَّ نَهرًا ببَابِ أحدِکُم یَغُتَسِلُ فیه کلَّ یومٍ خَمُساً هَلُ یَبُقیٰ مِنُ دَرُنِهٖ شَيئٌ قالوا: لا یَبُقیٰ مِنُ دَرُنِهٖ شَيئٌ فذلك مَثَلُ صَلَواتِ الخَمُسِ یَمُحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الخطایا (رواہ البخاری عن ابی ہریرہ) حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے گھر کے سامنے سے نہر جاری ہو اور ہر روز اس میں پانچ مرتبہ غسل کیا جائے تو جسم پر ذرہ

برابر میل رہ سکتا ہے، لوگوں نے کہا ہرگز نہیں رہ سکتا۔ فرمایا: یہی مثال نماز پنج گانہ کی ہے، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھو دیتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں جو تمثیل وتشبیہ ہے وہ نہایت اعلیٰ اور عمدہ ہے؛ مگر یہ صرف انھیں لوگوں کے لیے ہے، جو حقیقت صلاۃ سے واقف ہوں۔ نماز ہوتی ہی ہے تطہیر قلب ونگاہ کے لیے، اخلاق وسیرت کی بلندی کے لیے، نفس امّارہ کے تزکیہ کے لیے، جو دن رات میں کئی مرتبہ خدا کے سامنے حاضر ہوکر اپنی بندگی اور عبدیت کا اظہار کرے اور اس کے تقاضوں کو سمجھے اس کے گناہ دھل جانے میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے؛ لیکن اگر اس کے تقاضوں کو غلط طریقے سے سمجھا جائے تو پھر یہ ہوگا کہ نمازی دل کھول کر ارتکاب گناہ کرتا جائے گا اور دل ہی دل میں یہ خیال کرے گا کہ جہاں نمازیں پڑھ لیں گناہ معاف ہوگئے۔ یہ زاویۂ نگاہ ایسا ہے جو بجائے پاک کرنے کے اور زیادہ ناپاک کرتا جاتا ہے اور نمازی مستحق رحمت ہونے کے بجائے وعید کا مستحق ہوتا جاتا ہے۔ قصور نماز کا نہیں، نمازی کی فطرت واستعداد کا ہے۔ کھانا توانائی کے لیے کھایا جاتا ہے؛ لیکن اگر معدہ کی استعداد ہی صحیح نہ ہو تو وہی کھانا زہر بن جاتا ہے، قصور کھانے کا نہیں کھانے والے کی صلاحیت واستعداد کا ہوتا ہے۔

تلاوتِ قرآن اور اثرِ صحبت

تلاوت کرنے والوں کی قسموں کو یوں سمجھئے کہ کوئی قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔ تلاوت کرنے والے اور نہ کرنے والے دونوں مومن متقی بھی ہوسکتے ہیں اور مومن وفاسق بھی، ان میں سے ہر ایک کے لیے حضور ﷺ نے الگ الگ تشبیہیں دی ہیں۔ ایک مومن قاری کی دوسری غیر مومن قاری کی تیسری فاسق قاری کی اور چوتھی فاسق غیر قاری کی اس کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ نے نیک وبد کی صحبت کے اثر کی بھی تمثیلیں بیان فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

جو مومن قرآن حکیم پڑھتا ہو، اس کی مثال اترج (لیموں یا نارنگی) جیسی ہے جس کا مزہ بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی اور جو مومن تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو وہ گویا چھوہارا ہے، جس کا مزہ تو اچھا ہے؛ لیکن خوشبو کوئی نہیں؛ لیکن وہ فاجر جو قرآن پڑھتا ہو، ایسا ہے جیسا ریحانہ (چمبیلی) جس کی مہک اچھی اور مزہ کڑوا اور جو فاجر تلاوت قرآن پاک نہ کرتا ہو اس کی مثال حنظلہ (اندرائن) جیسی ہے، جس کا مزہ کڑوا اور بو کوئی نہیں اور صالح کا ہم نشین جیسے مشک پاس رکھنے والا یعنی اگر

مشک میسر نہ آئے تو لپٹ تو آہی جائے گی اور بری صحبت میں رہنے والا ایسا جیسا بھٹی والا کہ اگر سیاہی سے بچ بھی گیا تو دھواں تو لگ ہی جائے گا۔ (رواہ ابوداؤد عن السنن)

مومن کی بہترین تمثیل

آں حضرت ﷺ نے مومن مخلص کو سونے کی ڈلی سے مشابہ قرار دیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے مومن کی مثال اس سونے کی ڈلی کی سی ہے جس کے مالک نے اس کو تپایا پھر نہ تو اس کا رنگ بدلا اور نہ وزن گھٹا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے مومن کی مثال ٹھیک اس شہد کی مکھی کی سی ہے جس نے عمدہ پھول چوسے، اچھا شہد بنایا اور جس شاخ پر وہ بیٹھی نہ تو اپنے وزن سے اس کو توڑا نہ خراب کیا (مسند احمد ۱۱/۴۵)۔

آں حضرت ﷺ نے یہاں ایک مثال دے کر مومن کی چند صفتیں بیان فرمائی ہیں، اس کی پہلی صفت یہ ہے کہ اس میں کھوٹ بالکل نہیں نکلتا جتنا اس کو آزماؤ اتنا ہی اور کھرا نکلتا ہے وہ اس نقلی سونے کی طرح نہیں ہوتا جس کا تپانے سے رنگ بدل جاتا ہے یا اس کا وزن گھٹ جائے اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ شہد کی مکھی کی طرح صاف ستھری غذا کے سوا کوئی حرام اور مشتبہ کھانا نہیں کھاتا۔ اس کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ شہد کی مکھی کی طرح جہاں بیٹھتا ہے کسی کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ ایک مومن مخلص کی اس سے بڑھ کر کوئی اور تمثیل ہوسکتی ہے؟

کھجور کی طرح

عن ابی عمرؓ قال: قال رسول اللہ انّ من الشجرۃ شجرۃً لا یسقُطُ ورقُھا، وأنھا مثلُ المسلم فحدثونی ماھی؟ فوقع الناس فی شجرِ البوادی قال عبد اللہ ووقع فی نفسی انھا النخلۃُ فا استحبتُ ثم قالوا: حدثنی ما ھی یا رسولؐ قال ھی النخلۃ. (فتح الباری ج ۱، ص:۱۹۳ حدیث نمبر ۵٦۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک باران صحابہ سے جو مجلس میں موجود تھے) دریافت فرمایا ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں ہیں وہ درخت مسلمان کی مانند ہے، کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ وہ کون سا درخت ہوسکتا ہے؟ صحابہ سوچنے لگے اور ایک لمحے کے لیے گویا حاضرین جنگلوں اور صحراؤں میں گھومنے لگے، حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ

مجھے خیال ہوا کہ شاید کھجور کا درخت مراد ہو؛ لیکن چونکہ ہمارے بڑے خاموش تھے؛ اس لیے مجھے جواب دیتے ہوئے حیا محسوس ہوئی اور میں خاموش رہ گیا۔ پھر صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ آپ ہی فرمادیں کون سا درخت مراد ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کھجور کا درخت۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو کھجور کے درخت سے اس لیے مشابہ قرار دیا کہ کھجور کا درخت ہمیشہ ہرا بھرا اور خزاں نا آشنا رہتا ہے؛ اس لیے رسول ﷺ نے اپنے سوال میں فرمایا کہ وہ درخت ایسا ہے جس کے پتے گرتے نہیں ہیں، گویا اس تشبیہ میں مسلمانوں کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ مسلمانوں کو بھی ہمیشہ ذکر وتسبیح کے ذریعہ ہرا بھرا رہنا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کھجور کا درخت بڑا ہی بابرکت اور نافع درخت ہے، کھجور کا پورا وجود انسان کے لیے نفع بخش ہے (اس کے پھل، پتے، بیج، تنہ، جڑ اور سایہ، یہ سبھی انسان کی ضرورت میں کام آتے ہیں) گویا مومن کو اس درخت سے تشبیہ دے کر اس کی نافعیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مومن کو اپنے سماج اور معاشرے کے لیے نافع ہونا چاہیے۔

صدیقؓ وفاروقؓ کی تمثیل

جنگ بدر میں ستر افراد قید ہو کر آئے تھے۔ ان قیدیوں کے متعلق جب حضور ﷺ نے مشورہ فرمایا، تو حضرت ابوبکرؓ نے رائے دی کہ فدیہ لے کر ان سب کو رہا کر دیا جائے، شاید اللہ تعالیٰ انھیں توبہ کی توفیق دے۔ حضرت عمرؓ بولے کہ ان لوگوں نے حضور ﷺ کو بے وطن کیا اور جھٹلایا، اس لیے سب کی گردنیں اڑادی جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ! تمہاری مثال تو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰؑ جیسی ہے، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا کہ ”جو میری پیروی کرے، میرا ہے اور جو نافرمانی کرے، تو اللہ غفور الرحیم ہے“ اور عیسیٰؑ نے فرمایا کہ ”اگر تو انھیں سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر ان کی مغفرت فرمائے تو عزیز وحکیم ہے“ اور اے عمرؓ! تمہاری مثال نوح اور موسیٰ جیسی ہے، نوحؑ نے یہ دعا کی تھی کہ ”ان کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر زندہ نہ چھوڑ“ اور موسیٰؑ نے یہ دعا کی تھی کہ ”ان کے دلوں میں اور سختی پیدا کردے تاکہ عذاب الیم کو دیکھے بغیر یہ ایمان ہی نہ لاسکیں“ ابوبکرؓ وعمرؓ کی سیرتوں کے ساتھ سیدنا ابراہیمؑ وعیسیٰؑ اور سیدنا نوحؑ وموسیٰؑ کی سیرتوں سے جو واقف ہوگا، وہ یہ اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان دونوں بزرگوں کے لیے اس سے بہتر تشبیہ وتمثیل ممکن نہیں۔